اللہ اکبر

مجموعۂ کلام جوہر

جس میں مولانا محمد علی مدظلہ کا تقریباً تمام کلام شامل ہے

مع مقدمہ

از
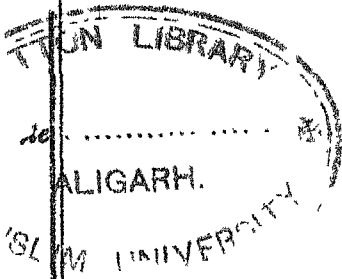
جناب مولوی عبدالماجد صاحب بی اے

نیا ایڈیشن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جوہر اور ان کی شاعری

(ڈاکٹر۔ عبدالماجد)

کارسازِ عالم کی کارسازیوں میں شاید سب سے عجیب تر حقیقت یہ ہے کہ کائنات کے اہم ترین حوادث و نتائج کے وجود کا ذمہ دار ایسے ذرائع و اسباب کو بنایا جاتا ہے، جو بظاہر ان کے قطعی منافی اور عقل بشری کے اعتبار سے بالکل بعید از قیاس ہوتے ہیں۔

بجلی کا خزانہ پانی کے دھارے میں مخفی نکلتا ہے۔ آتش سوزاں کے شرارے ہری ہری شاخوں کی رگڑ سے پیدا ہوتے ہیں۔ خلیل بت شکن کی صدائے توحید بت پرستی کے مرکز سے بلند ہوتی ہے۔ فرعون کی خدائی کا تختہ الٹنے والا، مفتوح و بے بس رعایا کا ایک معمولی فرد ثابت ہوتا ہے۔ آزادی کی شعاعیں استبداد کی گہری تاریکیوں سے پھوٹ کر نکلتی ہیں۔ عقل فرنگ و تمدن جدید کا سر فلک بتکدہ مسمار کرنے کے لیے وہ جوان ہمت (گاندھی!) تیشہ جہاد ہاتھ میں لیکر اٹھتا ہے، جس نے فرنگیت کی فضا میں آنکھیں کھولیں اور مغربیت کے آغوش میں تربیت پائی۔

مادیات و روحانیات، جسمانیات و اخلاقیات، حیوانیات و بشریات، کائنات کے ہر ہر شعبہ میں اسی قانون کی کارفرمائی نظر آتی ہے جس میں ہے قائل کے اس قول کی تصدیق ہوتی ہے، کہ "ہماری گھاتیں زبردست

اِنَّ کَیْدِیْ مَتِیْن اور ہماری ترکیبیں اُستادانہ ہوتی ہیں"۔ اور یہیں
یہ درس حقیقت ملتا ہے، کہ عقل بشری سے ماورا، اور انسانی ادراک سے
مافوق کوئی اور ہستی ہے، جس کی چالیں بڑی ہی شاطرانہ ہیں جسکی اُستادی
و خوش تدبیری کے سامنے ہمارے بڑے سے بڑے عُقلا دنگ، بڑے سے
مدبرین حیران، اور بڑے سے بڑے اُستادانِ کار کو قدم قدم پر اپنی شکست
کا اعتراف، اور اپنی درماندگی اور بے بسی کا اقبال کرتے ہی
ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین بنتا ہے۔

یہ اسی "لطیف" و "خبیر" صناع کی صنعت گری تھی، جس نے بیسویں
صدی عیسوی کی روشن خیال، علم پرور، و شائستگی نواز دنیا کو ایک بار پھر
صحابۂ کرامؓ کے صدقِ عمل، خلوصِ قلب، و پختگیٔ ایمان کا زندہ نمونہ دکھا دیا۔
اور اس غرض کے لیے انتخاب ایسے شخص کا کیا، جس کی ولادت مادیت
کی زمین پر ہوئی، جس کی رضاعت دایۂ نیچریت نے کی، اور جس کی ایک عمر
اس طرح گذری، کہ ہر ہر سانس فرنگیت کی فضا میں آتی اور جاتی تھی ورنہ
چند سال پیشتر کس انسانی دماغ کو یہ اندازہ ہو سکتا تھا، کون عقلِ بشری
پیش بینی کر سکتی تھی، کہ علیگڑھ کالج کی روشن خیالی، فرنگی محل کی مولویت
کے ہاتھ پر بالآخر بیعت کرے گی۔ انگریزی زبان کا سحر نگار انشاپرداز اپنے
بہترین اوقات کو حفظِ قرآن کے لیے وقف کرے گا۔ مارگولیس کا شاگرد
شہنشاہ کونینؐ کے عشق میں بلالؓ و اویسؓ کے جوشِ جنون کی یاد تازہ کرے گا،
ں و مارلی گلیڈسٹن و تریڈلا کے مدرسۂ تحقیق کے فاضل کو قصباتی قوالوں
کی "غیر مہذب" صدائیں رقص و وجد میں لائیں گی۔ اکسفرڈ کا آنرز مین گریجویٹ
سلسلۂ عالیہ قادریہ کی غلامی پر فخر کرے گا، نفیس اور بیش بہا سوٹ پہننے والا

جیلخانہ کی بھٹی پرانی میلی کچیلی کملی شوق سے اوڑھے گا، مخمل کے کوچ اور
پرتکلف مسہری پر لیٹنے والا، کھدری زمین کے مرطوب فرش پر چلنے کے
جاڑے ہنسی خوشی کاٹ دے گا، اور صوبہ کے گورنروں پارلیمنٹ کے ممبروں
اور امراءِ ہند و انگلستان کا وہ عزیز دوست جس کا ایک دن بھی بغیر
سرکاری ضیافتوں اور پارٹیوں کے بمشکل گذرتا تھا وہ ایک دو وقت
نہیں، مدتوں وہ غذا کھائے گا اور کھا کر رزاقِ مطلق کا شکر ادا کرے گا
جس کی جانب انسان تو الگ رہے، ان "حکام والا مقام" و "امرائے نامدار"
کے کتے بھی شاید رخ نہ کرتے!

انسانی عقل و فہم کو یہ قلب ماہیت یہ تغیر حال بیشک عجیب معلوم ہوتا
ہے، لیکن کیا اس ذات کے لیے یہ کچھ بھی عجیب ہے جو ہر لحظہ و ہر ساعت
موت کو زندگی، پستی کو بلندی، جمود کو حرکت، ضعف کو قوت، مرض کو صحت،
ضلالت کو ہدایت، تشنگی کو آسودگی، خندۂ غفلت کو گریۂ عبرت، واہ کو آہ
ساز کو سوز، اضطراب کو تسکین میں تبدیل کرتی رہتی ہے۔

جوہر کی شاعری اُن کے قلب کی زبان، اُن کے جذبات کی ترجمان
ان کے واردات کا بیان ہے۔ آورد، تصنع، و تکلف کا ان کے ہاں
گذر نہیں۔ ان کے قلب پر جو کچھ گذرتی رہتی ہے، وہ بلا تکلف زبان
پر آجاتی ہے۔ اپنی سیر باطنی میں وہ جن جن مقامات و منازل سے
گذرتے رہتے ہیں۔ الفاظ موزوں میں انھیں کا عکس ان کی زبان کھینچ
دیتی ہے۔ تاثیر اس طرز سخن کا لازمی نتیجہ ہے۔ اور یہ وصف ان کے
کلام میں بدرجۂ اتم موجود ہے۔ اہل ذوق کو ان کا ایک ایک شعر تاثیر میں

ڈوبا ہوا نظر آتا ہے۔ حکیم شیراز نے صدیوں پیشتر کہا تھا کہ آنچہ از دل خیزد بر دل ریزد، یہ قول جوہر کے کلام پر حرف بحرف صادق آتا ہے۔ ان کی ہر آواز دل سے اٹھتی ہے، اور اسی لیے دل ہی پر جا کر بیٹھتی ہے ان کی شاعری گل و بلبل، زلف و کاکل، خط و عارض سے یکسر تہی مایہ ہے، ان کا کلام ایک حقیقی مسلم کا کلام ہے۔ ان کے جذبات تمام تر وہ ہیں جو ایک مومن صادق کے ہونے چاہئیں۔ بے شبہ ان کی شاعری بھی چاشنیٔ عشق سے بیگانہ نہیں، بلکہ سچ یہ ہے، کہ عشق کی کسک ان کے ایک ایک مصرعہ میں موجود ہے۔ البتہ ان کا معشوق نہ ایران کا "سبزخط" ہے، نہ ہندوستان کا "بت سیمیں بدن"۔ نہ اس کی کمر معدوم ہے نہ اس کا دہن غائب۔ نہ اس کے ہاتھ میں خنجر و شمشیر اور نہ وہ بریلی کے سرمہ مسی کا قدردان ہے۔ ان کا معشوق ان تمام مزخرفات سے ارفع و منزہ ہے۔ ان کا معشوق مردہ نہیں، زندہ ہے۔ فانی نہیں باقی ہے۔ سفاک و ستمگر نہیں، رحمٰن و رحیم ہے۔ ان کا محبوب وہ ہے، جو ہر مسلم بلکہ ہر سلیم الفطرت انسان کا ہوتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ۔ (بقرہ ع ۲۰)

(اہل ایمان تو معشوق حقیقی پر دل و جان سے فریفتہ رہتے ہیں)

ان عاشقوں کا ایک پیشوا سات سو سال اُدھر یہ تعلیم دے گیا ہے ؎

جملہ معشوق است و عاشق پردۂ ۔۔۔ زندہ معشوق است و عاشق مردہ

عشقہائے کز پئے رنگے بود ۔۔۔ عشق نبود عاقبت ننگے بود

زانکہ عشق مردگان پایندہ نیست ۔۔۔ چونکہ مردہ سوئے ما آیندہ نیست

عشق زندہ در روان و در بصر ۔۔۔ ہر دمے باشد ز غنچہ تازہ تر

عشق آن زندہ گزین کو باقی ست — وز شراب جانفزایت ساقی ست
عشق آن بگزین کہ جملہ انبیا — یافتند از عشق او کار و کیا
عشق بر مُردہ نہ باشد پایدار — عشق را برحی و بر قیوم دار

اس عشق کا دوسرا نام ایمان کامل ہے، اور جوہر کا کلام انھین جذبات ایمانی کا مرقع ہے۔ کہین وہ اپنے محبوب کے حسن وجمال کا بیان کرتے ہین۔ کہین لذتِ عشق کی کیفیت کو الفاظ سے ادا کرنا چاہتے ہین، اور کہین راہ عشق کی دشواریون اور سختیون کی داستان مزے لے لیکر سنانے لگتے ہین۔

ان کی پہلی نظر بندی (سنہ ۱۹۱۵ء تا سنہ ۱۹۱۹ء) ان کے حق مین اکسیر ثابت ہوئی۔ اوہام کا زنگ دور ہوگیا حجابات اُٹھنے لگے، اور نظارۂ جمال کسیقدر بے پردہ ہونے لگا۔ ذیل کے صاف وسادہ اشعار مین ذرا دیکھنا کس مزے سے اپنی آپ بیتی سناتے ہین۔ ؎

تشنہ لب ہون مدتون سے دیکھیے — کب در میخانۂ کوثر کھلے
رات تلچھٹ تک نہ چھوڑی تب کہین — راز ہائے بادہ و ساغر کھلے
رونمائی کے لیے لایا ہون جان — اب تو شاید چہرۂ انور کھلے
یہ نظربندی تو نکلی ردِ سحر — دیدہائے ہوش اب جاکر کھلے
اب کہین ٹوٹا ہے باطل کا طلسم — حق کے عقدے اب کہین ہم پر کھلے
اب ہوا ہے ماسوا کا پردہ فاش — معرفت کے اب کہین دفتر کھلے
فیض سے تیرے ہے اے قید فرنگ — بال و پر نکلے قفس کے در کھلے
جیتے جی تو کچھ نہ دکھلایا مگر — مر کے جوہر آپ کے جوہر کھلے

(آخری شعر مین زندگی سے مراد مادیت و عقلیت کی زندگی ہے، یعنی جب جوہر کی یہ عقلیت و مادیت کی زندگی فنا ہوچکی۔ اسوقت جاکر جوہر اصلی کھلتا

شروع ہوئے۔)

عشق کا کمال یہ ہے، کہ اپنی شخصیت کو معشوق کی شخصیت مین بالکل فنا کر دیا جائے طالب اپنی ذاتی خواہش و ارادہ کو مٹا کر اپنے تئین بالکل مطلوب کے ہاتھ مین دیدے۔ جو کچھ دیکھے، اس کی آنکھون سے دیکھے جو کچھ سُنے، اس کے کانون سے سُنے جو کچھ کہے اس کی زبان سے کہے اس کی راہ کی ہر مصیبت کو عین راحت سمجھے اپنی آسائش، عزت ناموس، بلکہ زندگی تک کو اسکی خوشی پر قربان کر دے ہمت و استقامت کا سر رشتہ ہاتھ سے نہ دے۔ اس کی توفیق اور اپنے خلوص نیت پر اعتماد رکھے جو ہر ان تمام مراتب کی تشریح کرتے ہین

تسلیم و رضا کا شیوہ ایسا ہے، جو ہر تلخ کو شیرین، ہر مصیبت کو راحت، ہر آگ کو پانی بنا دیتا ہے۔ ؎

ہر رنگ مین راضی برضا ہو تو مزا دیکھ
دنیا ہی مین بیٹھے ہوئے جنت کی فضا دیکھ

تمام گذشتہ عاشقون کی سرگذشت اسی تجربہ کی تائید مین ہے۔ ان کی مثال سے گرفتار محبت کو ہمت کا سبق لینا چاہیئے۔ ؎

ہے سنت ارباب وفا صبر و توکل
چھوٹے نہ کہین ہاتھ سے دامان رضا دیکھ

دنیا کے سب سے بڑے عاشق کامل کی نظیر سب سے زیادہ سبق آموز و ہمت افزا ہے۔ ؎

دشت رہ غربت مین اکیلا تو نہین تو
بطحا کے مہاجر کا تو نقش کف پا دیکھ

اگر اُدھر سے توفیق شامل حال ہو جائے، تو ایک مشت پر مین خدائی کی قوت پیدا ہو سکتی ہے۔ انسان کا اپنی کمزوری کا عذر پیش کرنا ضعف ایمان و خامی عشق کی دلیل ہے۔ ؎

طیر ابابیل سے ہرگز نہین کمزور
بیچارگی پر اپنی نہ جا شان خدا دیکھ

اس طرز زندگی مین جو لطف ہے، اُسے کچھ وہی خوب جانتے ہین، جن پر گذر رہی ہے۔ ؎

اس طرح کے جینے مین بھی مرنے کا مزا ہے   قسمت مین یہی ہے کہ ابھی اہ قضا دیکھ

مظلوم وجانباز حسینؑ ابن علیؑ کے رنگ مقبولیت کو دیکھنا، اور پھر ذرا اس کا مقابلہ ظالم وخود پرست یزید کی ملعونیت سے بھی کرنا!

خلیلؑ بت شکن واسمعیلؑ ذبیح سے لیکر منصورؔ وسرمدؔ تک ہزارہا عشاق سربکف نظر آرہے ہین، اور مقتل کی دلکشی ہے، کہ روز بروز بڑھتی جاتی ہے ؎

اللہ کے بانکون کا بھی ہے رنگ نرالا   اس سادگی پر شوخی خون شہدا دیکھ

اس دربار مین نذر مقبول صرف خلوص نیت وصدق عمل کی ہوتی ہے۔ طمع کے سکون کا اس دیار مین چلن نہین۔ ؎

ہو حسن طلب لاکھ، مگر کچھ نہین ملتا۔   ہو صدق طلب پھر اثر آہ رسا دیکھ

دشمنان ایمان ومنکرین عشق کو کیا خبر، کہ نظر بندیؔ نے کس طرح فاسق کو عارف، کور کو بینا۔ اور کثیف کو لطیف بنا دیا ہے۔ بُت کے بندہ کو اب اپنے اللہ کے بندہ ہونے کا احساس ہوگیا ہے۔ اور اس احساس عبدیت نے اس کی جنبش لب اور عرش اعظم کے درمیان وہ سلسلۂ ربط قائم کر دیا ہے جس کی دید سے عقل وعلم کی آنکھین محروم ہین۔ ؎

ہون لاکھ نظر بند دعا بند نہین ہے   اللہ کے بندون کو نہ اس طرح ستا دیکھ

تعزیرات حکومت وضوابط استبداد کی عمر کتنی؟ بر گردن او بماند و بر ما بگذشت

البتہ عاشق کی زندگی دامان ابد سے بندھی ہوتی ہے۔ یزید کے جاہ واقتدار کی خاکستر تک چشم زدن مین اُڑ گئی، حسینؑ کے خون کی ہر بوند دنیا کو آبحیات پلا رہی ہے۔ ؎

خو تیری دو روزہ، مرا پیمان ہے ازل کا — پابند جفا تو ہے تو میری بھی وفا دیکھ

جادۂ عشق کو چھوڑ کر راہ ہوس پرستی پر چلنے والوں کا تجربہ یہ ہے، کہ اس "سبز باغ" پر بہار کا سایہ بھی نہیں پڑنے پاتا، اور یاس و حرمان کے سموم آتشین کی لپٹیں دائمی طور پر اس کے نصیب میں رہتی ہیں۔ ؎

عقبیٰ تو کہاں، وان نہیں دنیا کا بھی کچھ ٹھیکا — اُس کافر بے فیض سے دل تو بھی لگا دیکھ

لھم فی الدنیا خزی ولھم فی الاخرۃ عذاب عظیم (بقرہ ع ۱۴)

یہ ایک غزل کے چند اشعار تھے۔ اب ایک اور غزل ملاحظہ ہو۔ بے بصروں کے لیے موت سے بڑھکر کوئی درد انگیز و اندوہناک واقعہ تصور میں بھی نہیں آسکتا۔ اس سے بچنے کے لیے ہر ممکن تدبیر ہر امکانی احتیاط عمل میں لائی جاتی ہے۔ لیکن لذت آشنایان عشق جانتے ہیں کہ راہ حق میں شہادت، حیات جاودانی کے مرادف ہے اور اگر شوق بقا ہے، تو پہلے اپنے تئیں اس راہ میں فنا کر کے دیکھنا چاہیئے۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ فَرِحِيْنَ بِمَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ۔ (آل عمران ع ۱۷)

جوہر کو اس وعدۂ الٰہی پر اعتماد کامل ہے۔ اور وہ اس یقین کے ساتھ جو ایمان کامل ہی سے پیدا ہو سکتا ہے، فرماتے ہیں۔ ؎

تم یوں ہی سمجھنا کہ فنا میرے لیے ہے — پر غیب سے سامان بقا میرے لیے ہے

سرخ رو و سرخ پوش شہید دشت کربلا کا خونچکاں کفن ان کے دامن دل کو کھینچ رہا ہے۔ ؎

پیغام ملا تھا جو حسین ابن علی کو — خوش ہوں وہی پیغام قضا میرے لیے ہے

شہدائے راہ حق کے مرتبہ کا کیا پوچھنا۔ نطق بشری بیان سے عاجز ہے

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَھَاجَرُوْا وَجَاھَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ اَعْظَمُ دَرَجَۃً عِنْدَ اللّٰہِ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۝ یُبَشِّرُھُمْ رَبُّھُمْ بِرَحْمَۃٍ مِّنْہُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّھُمْ فِیْھَا نَعِیْمٌ مُّقِیْمٌ خٰلِدِیْنَ فِیْھَآ اَبَدًا اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗٓ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ؕ (توبہ ۔ ع ۳)

رضائے الٰہی کا درجہ تو الگ رہا ادنیٰ رتبہ یہ ہے کہ میدان جنگ میں قدم رکھتے ہی حوران جنت کا پیام آرزو پہونچنے لگتا ہے ۔

یہ حور بہشتی کی طرف سے ہے بلاوا لبیک کہ مقتل کا صلہ تیرے لیے ہے

کامریڈ کے ایڈیٹر کے لیے دنیوی ترقی کے بہتر سے بہتر مواقع موجود تھے ۔ ہندوستان کا ذکر نہیں، انگلستانی صحافت میں بلند سے بلند کرسی ادارات اس کے لیے خالی تھی، مناصب سرکاری میں بڑی سے بڑی رفعت اس کے لیے چشم براہ تھی۔ عزت، ثروت، اقتدار، وجاہت، کے اصنام کبیرہ نے قدم قدم پر اسے لبھایا، لیکن اس کشتۂ عشق نے ماسوا کی جانب نظر اٹھانا بھی گناہ سمجھا، اور سارے رشتے توڑ صرف ایک کا ہو رہا ۔

آنکس کہ ترا شناخت جان را چہ کند فرزند و عیال و خان و مان را چہ کند
دیوانہ کنی ہر دو جہانش بخشی دیوانۂ تو ہر دو جہان را چہ کند

جوہر کی شخصی زندگی سے واقفیت رکھنے والے خدائے حاضر و ناظر کو درمیان ڈال کر اس امر کی شہادت دے سکتے ہیں کہ ذیل کے اشعار سخن گوئی، لفظ تراشی، و قافیہ پیمائی کے نتائج نہیں، بلکہ "آپ بیتی" کے چند ابواب ہیں، مفروضات نہیں واقعات ہیں اور اس زندگی کے واقعات جواب حسبنا اللہ ونعم الوکیل کے ماتحت بسر ہو رہی ہے ۔

مین کھو کے تری راہ مین سب دولت دنیا ۔۔۔ سمجھا کہ کچھ اس سے بھی سوا میرے لیے ہے[۵۱]

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر مین کہہ دے ۔۔۔ یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لیے ہے[۵۲]

کیا ڈر ہے جو ہو ساری خدائی ۔۔۔ برہم
گر ایک خدا میرے لیے ہے[۵۳]

حق گوئی و حق پرستی کا صلہ یوم آخرت کے لیے مخصوص نہین، بلکہ اس نسیہ کے ساتھ کچھ قیمت نقد بھی وصول ہو جاتی ہے۔ صدق مطلق کا وعدہ ہے۔ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۚ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ (نحل ۴۰)

البتہ یہ اور بات ہے، کہ کبھی کبھی یہ انعام و امتیاز دار و رسن و سلاسل زندان کی شکل مین جلوہ گر ہوتا ہے۔ بہر صورت جوہر کا ذاتی تجربہ تو یہ ہے

انعام کا عقبیٰ کے تو کیا پوچھنا لیکن ۔۔۔ دنیا مین اس ایمان کا صلہ میرے لیے ہے[۵۴]

حسن مطلق نے جب مرتبہ اطلاق سے قید و تعین مین آنا چاہا تو اپنا مظہر اتم اُس ہستی بشری کو بنایا، جسے ہم خاتم رسالت صلعم و سرور کونین کے القاب سے یاد کرتے ہین۔ یہ ذات اقدس، ذات باری ہی کی طرح، اپنی فیض رسانی و متبوع خلائق ہونے مین ہمہ گیری و جامعیت کی حیثیت رکھتی ہے

[۵۱] اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۔ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ (حم سجدہ ۔ ۴)

[۵۲] الذین یبلغون رسلت اللہ ویخشونہ ولا یخشون احدا الا اللہ وکفی باللہ حسیبا (احزاب ۔ ع ۔ ۵)

[۵۳] ۔ فمن یومن بربہ فلا یخاف بخسا ولا رھقا (جن ۔ ع ۱)

[۵۴] وینجی اللہ الذین اتقوا بمفازتھم لا یمسھم السوء ولا ھم یحزنون (زمر ع ۲)

اور کائنات کا ذرہ ذرہ اسی آفتاب سے اخذ نور کرنے پر مجبول ہے۔ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيِّيْنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ ط قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ (ال عمران - ۹)

خواجۂ کونین و سلطان ہمہ آفتاب جان و ایمان ہمہ

خواجگی ہر دو عالم تا ابد گرد و قفت احمد مرسل احد

اس کی اطاعت عین اطاعت خدا، اس کی محبت عین محبت حق، اس کا عشق عین عشق الہٰی ہے، بلکہ سچ یہ ہے کہ عشق الہٰی کی دستاویز مستند ہی نہیں قرار پا سکتی، جب تک اس پر عشق رسول کی مُہر ثبت نہو۔

در مقام لی مع اللہ از کمال اتصال

از خدا نبود جدا ہمچون شعاع از آفتاب

جوہر کا دماغی نشو و نما اس فضا میں ہوا، جہاں اس سردار دو عالم صلعم کی حیثیت زیادہ سے زیادہ ایک نیک نیت مصلح قوم کی تھی، جس طرح کے مصلح ہر زمانہ ہر ملک اور قوم میں پیدا ہوتے رہتے ہیں بلکہ اکثر روشن خیال" محققین" کے نزدیک تو (نعوذ باللہ) اس سے بھی پست تر تھی۔ جوہر کی فطرت سلیم و ذوق ایمانی کا کمال یہ ہے کہ اس غذا سے پوری طرح نشو و نما حاصل کرنے اور اس فضا میں سالہا سال تک سانس لیتے رہنے کے باوجود اس زہر کے اثر سے بالکل محفوظ رہے اور طوفان "عقلیت" کے شدید جھونکوں کے درمیان بھی، ان کے گوشۂ قلب میں محبت رسول کا نور اپنی نورانیت و ضوء میں برابر ترقی کرتا رہا، تا آنکہ ایک عالم اس کی ضیا گستری سے منور ہو گیا۔ سنہ ۱۹۱۷ء میں راقم سطور کا ایک فلسفیانہ رسالہ انگریزی زبان میں

شائع ہوا۔ چند واڑہ کے اسیرِ فرنگ نے اس پر اپنے عنایت ناموں مین نہایت تفصیلی تبصرہ کیا۔ راقم پر اُس وقت تک "عقلیت" کی لعنت پوری طرح مسلط تھی۔ اُسے یہ دیکھکر حیرت پر حیرت ہوتی تھی، کہ کامریڈ کے اڈیٹر کی ایک ایک سطر عشق رسولؐ کے رنگ مین ڈوبی ہوئی ہے۔ اسیری اور آزادی، گویائی وخاموشی، زمزمہ سنجی وزبان بندی کے انقلابات اسی جوہر کی تربیت کرتے رہے۔ سنہ ۱۹۲۳ء مین اس کی آب وتاب اس درجہ کو پہونچ گئی کہ بعض وہ قلوب بھی جو الحاد وعقلیت کے مرکز ظلمات تھے، پرتو نور سے جگمگا اُٹھے۔

نعت گو شعراء اُردو مین کثرت سے ہو چکے ہین، اور بعض کو شہرت عام سند امتیاز بھی دے چکی ہے (مثلاً محسن کاکوروی، آسی غازی پوری) لیکن ان حضرات نے عموماً مناقب کے صرف خارجی پہلوؤن پر قناعت کی ہے اور ان کو بھی کثرت تکرار نے کسی قدر بے لطف بنا دیا ہے۔ رخ انور کی تابانی، گیسوئے اقدس کی سیاہی، ابروئے مبارک کی کجی، وغیرہ گنتی کے چند بندھے ہوئے مضامین ہین کہ انھین کو اُلٹ پھیر کر یہ حضرات ہمیشہ باندھتے رہتے ہین۔ جوہر کی شاعری چونکہ رسمی وتقلیدی نہین، اس لیے اس نے اس باب مین بھی اپنے لیے ایک نئی راہ کا انتخاب کیا یعنی بجائے خارجیت کے داخلیت کو اپنا موضوع بنایا، اور بجائے آثار وشمائل کی نقاشی کے جذبات وواردات کی ترجمانی کی۔ یوسف کا حُسن، لیلیٰ کی محبوبی مسلم، پھر بھی ان کے قصائد مدح مین قلب انسانی کو وہ لذت تو شیرین حاصل ہوسکتی، جو زلیخا کی بیقراری اور مجنون کی آہ وزاری کی داستان مین ہے۔ محمد علی کا اصلی موضوع حسن کی رعنائی، جمال کی زیبائی نہین، بلکہ وہ دل کی

جوٹ عشق کی تڑپ، جذبات کے سوز کو سامنے لا کر رکھ دیتا ہے اور یہی اُس کے کلام کی تاثیر کا راز ہے۔ آقا لاکھ کریم و فیاض ہو، اس کے بیان مین وہ درد و اثر کیسے پیدا ہو سکتا ہے جو غلام کی جانب سے محتاجی و درماندگی کے عرض حال مین ہو گا۔

اس مجموعہ مین خالص نعتیہ اشعار تعداد مین چند ہی نظر آئین گے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان چند مین سے ہر بجائے خود ایک دفتر ہے، دفتر علم بے معنی نہین، دفتر عشق با معنی۔

"وفا میرے لیے ہے" "قضا میرے لیے ہے" کی زمین مین مضامین توحید سے لبریز غزل کہنے بیٹھتے ہین کہ یاد آتا ہے، کہ کعبۂ خلیل کا طواف بغیر آرام گاہ حبیب" کی آستان بوسی کے، مذہب عشق مین معتبر نہین فوراً قلم کی زبان درود خوانی مین مشغول ہو جاتی ہے۔

اے شافع محشر جو کرے تو نہ شفاعت ۔۔۔ پھر کون ہان تیرے سوا میرے لیے ہے
کیون ایسے نبی پر نہ فدا ہون کہ جو فرمائے ۔۔۔ اچھے تو سبھی کے ہین برا میرے لیے ہے[۵۱]

حضرت آسی غازی پوری کا ایک پُرکیف مطلع ہے

جیا تو جا کے یہ کہیو مرے سلام کے بعد
تمھارے نام کی رٹ ہے خدا کے نام کے بعد

جو پھر بھی اسی کے ہین کچھ الاپتے ہین

تمھارے فضل کے بھروسے یقین کہتے ہین ۔۔۔ کہ عید آ گئی بیشک ہے صیام کے بعد
زمین سے چھٹ گئے جبریل بھی قیامت تک ۔۔۔ کہ وحی بند ہوئی سید الانام کے بعد

کلام جدید مین اشعار ذیل عاشق رسول ہی کی زبان سے نکل سکتے ہین

[۵۱] حدیث مروی ہے۔ انا لمحزون لی۔ حشر مین بدکارون کا ساتھ مین دونگا

الٰہی شکر ترا پھر مہ صیام آیا — مہ صیام نہین عید کا پیام آیا

گھڑی وہ کیسی مبارک تھی کل جہان کے لیے — حرا مین عرش سے اقرار کا جب پیام آیا

جب اپنی پوری جوانی پہ آگئی دنیا — تو زندگی کے لیے آخری نظام آیا

مین اُس پہ بھیجون درود و سلام کس منہ سے — کہ جس کے نام خود اللہ کا سلام آیا

نبی سے ملتے ہی اسلام کی سپر تھا وہی — جو بن کے کفر کی شمشیر بے نیام آیا

سارے مجموعہ کی جان وہ غزل ہے، جو بیجاپور جیل مین اسی سال موزون ہوئی ہے۔ ان اشعار کو پڑھنا، اور ذرا فیصلہ کرنا کہ شاعر الفاظ کو مرتب کر رہا ہے، یا عاشق پارہ ہائے جگر کو خوان عشق مین لگا رہا ہے۔ یہ جذبات بیسوین صدی عیسوی کے ایک "نیچری" کے ہو سکتے ہین، یا خیر القرون کے ابرار و اخیار کے؟ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔ ؎

تنہائی کے سب دن ہین تنہائی کی سب راتین — اب ہونے لگین اُن سے خلوت مین ملاقاتین

ہر آن تسلی ہے ہر لحظہ تشفی ہے — ہر وقت ہے دلجوئی ہر دم ہین مداراتین

کوثر کے تقاضے ہین تسنیم کے ہین وعدے — ہر روز یہی چرچے ہر رات یہی باتین

معراج کی سی حاصل سجدون مین ہے کیفیت — اک فاسق و فاجر مین اور ایسی کراماتین

بے مایہ سہی لیکن شاید وہ بلا بھیجین — بھیجی ہین درودون کی کچھ ہم نے بھی سوغاتین

قابل رشک ہے وہ صفائے قلب جس پر ان تجلیات کا ظہور ہو، مستحق تبریک ہے وہ سینہ جو اس بار امانت کا متحمل ہو، اور لائق صد تکریم و احترام ہے، وہ ذوق ایمان، وہ عشق خدا، اور وہ عشق رسولؐ جو خاک کو پاک، ذرہ کو آفتاب، اور فاسق کو ولی بنا دے۔

[illegible] کے جوہر معنوی پر ایک سرسری نظر ہو چکی، لیکن شاعری کا تعلق محض

قلب ہی سے نہیں زبان سے بھی ہے۔ اور محمد علی تو یقیناً صاحب دل ہونے کے ساتھ صاحب زبان بھی ہیں۔ ان کا مخصوص پیام دعوت ایمان ہے لیکن اس پیام کو جس شیرینی و شستگی کے ساتھ وہ ادا کرتے ہیں وہ بجائے خود ایک چیز ہے۔ عام عاشقانہ مضامین کو جس قدرت فن کے ساتھ وہ ادا کر جاتے ہیں۔ اس پر ادبیت ناز کرتی ہے اور خوش بیانی اس سے مزہ لیتی ہے۔

شوخی بیان، لطف زبان، حسن ادا، رنگین خیال، اور عاشقانہ مضمون آفرینی کا اگر نمونہ دیکھنا ہے تو اشعار ذیل پر ایک نظر کر لیجئے ؎

خوگر جور پہ تھوڑی سی جفا اور سہی — اس قدر ظلم پہ موقوف ہے کیا اور سہی
کشور کفر میں کعبہ کو بھی شامل کر لو — سیر کے واسطے تھوڑی سی فضا اور سہی
ہم وفا کیشوں کا ایمان بھی ہے پروانہ صفت — شمع محفل جو وہ کافر نہ رہا اور سہی

جینا وہ کیا کہ دل میں نہ ہو تیری آرزو — باقی ہے موت ہی دل بے مدعا کے بعد
تجھ سے مقابلہ کی کسے تاب ہے ولے — میرا لہو بھی خوب ہے تیری حنا کے بعد
اک شہر آرزو پہ بھی ہونا پڑا خجل — ہل من مزید کہتی ہے رحمت دعا کے بعد
لذت ہنوز مائدۂ عشق میں نہیں — آتا ہے لطف جرم تمنا سزا کے بعد

ہے رشک کیوں یہ ہم کو سر دار دیکھ کر — دیتے ہیں بادہ ظرف قدح خوار دیکھ کر
اس شان امتیاز کو دیکھو کہ اہل کفر — مومن سمجھ رہے ہیں ہمیں خوار دیکھ کر
تیر نگہ نے کر دیا دونوں کا فیصلہ — باہم دل و جگر کی یہ تکرار دیکھ کر
ہر سینہ آج ہے ترے پیکان کا منتظر — ہوا انتخاب اسے نگہ یار دیکھ کر

ہوتا تھا، داغ، امیر، تسلیم، جلال، عروج، دہلی اور لکھنؤ کے آسمانوں کے ٹوٹے ہوئے ستارے سب رام پور کے آسمان سے نور افشانی کر رہے تھے خود میرے خاندان میں بھی شعر گوئی کا ذوق ہوا، میں چار عزیز استاد داغ کے شاگرد ہوئے جن میں ایک میرے حقیقی بھائی ذوالفقار علی خانصاحب گوہر اور میرے چچازاد بھائی اور خسر عظمت علی خانصاحب اور ان کے بھائی حافظ احمد علی صاحب شوق شامل تھے۔ گھر پر بارہا مشاعرہ ہوا، پھر داغ کو نواب کلب علیخان صاحب مرحوم نے جن کی نظر ہمیشہ کفایت شعاری پر رہتی تھی، ازراہ پرورش سرکاری اصطبل کا داروغہ بھی کر دیا تھا تاکہ وظیفہ محض کار بیکاران کی نذر نہو، یہ میرے مکان کے عقب میں تھا، اس لیے روزان کی زیارت یوں ہی ہو جاتی تھی، اور اب اُس بذلہ سنج کے شعر کا لطف اٹھاتا ہوں، جس نے داغ کے اس تقرر پر کہا تھا ممکن ہے کہ اس سے تاریخ بھی نکلتی ہو کہ

آیا دہلی سے ایک مشکی خر آتے ہی اصطبل میں داغ ہوا

(داغ کی غزل یاد کیجیے ؎

داغ رخصت جہان سے داغ ہوا خانۂ عشق بے چراغ ہوا)

اس پر مستزاد یہ کہ ذوالفقار روزانہ داغ کے گھر جاتے تھے جو ہمارے مکان سے دور نہ تھا، اور مجھے بھی لیجاتے تھے۔

داغ نے پہلے دن پوچھا کہ کچھ شعر بھی یاد ہیں، میری عمر بہت ہی کم تھی مگر بھائی نے کچھ شعر یاد کرا دیے تھے، جنھیں میں نہایت زور اور شان سے کڑک کر پڑھا کرتا تھا، میں نے داغ ہی کے چند شعر انھیں سنا دیے سنکر پھڑک گئے۔ اور اُس کے بعد ہمیشہ اصرار رہا، کہ اُس بچہ کو ضرور لایا کرو۔

جناب والا اس کے بعد اگر مین یہ دعویٰ کرون کہ شعر و سخن کے گود مین
پلا ہون۔ تو بجا نہ ہوگا۔ مگر میرا دعویٰ تو اس سے بھی بڑھ چڑھ کر ہے، سنیئے
مین نہ صرف شعر و سخن کی گود مین پلا ہون، بلکہ اُس کی توند پر کودا ہون
اُسے ہاتھی بنا کر پیٹھ پر سوار ہوا ہون۔ غرض کوئی بے ادبی یا گستاخی باقی
نہین رہی ہے جو مین نے شعر و سخن کی شان مین نہ کی ہو۔

میری پیدائش ۱۸۷۶ء کے اواخر کی ہے۔ مین نے دس برس ہی کی
عمر مین بہت سے لغو و فضول شعر مگر بامعنی اور موزون کہے تھے اور اچھا
ہوا کہ اب کسی کو یاد نہین ورنہ جب میرے

(یعنی گورنمنٹ کی طرف سے نہین بلکہ بقول آپ کے میری "امت" کی
طرف سے) لکھنے کا وقت آتا۔ تو میرے سیرۃ نگار کو سخت مشکل کا سامنا
ہوتا کہ اس مہمل پوچ کو ردی دان بلکہ آتشدان کے نذر کیا جائے۔ یا سیرۃ
پیشوائے قوم و ملک مین جگہ دی جائے، ہمدرد کے سنسر نے (جن کا چند ماہ
کے بعد ہی انتقال یکایک ہوگیا) تو ہمدرد مین سے ایک بار چڑیا چڑوٹے
کی کہانی کو بھی (جو محض امتحاناً درج کی گئی تھی) خارج کر دیا تھا اور اعتراض
کیا گیا تو کہا کہ بھائی ہے تو چڑیا چڑوٹے ہی کی کہانی اور مطلب بھی صاف
معلوم ہوتا ہے، مگر ہمدرد والون سے ڈر ہی لگتا ہے۔ اور ردی کا معاملہ ہے
نہ معلوم اس مین بھی کچھ زہر بھر دیا ہو" اور جوابدہی ہمارے سر آپڑے۔ آپ
نفسیات کے ماہر ہین، کیا ممکن نہین کہ میرا بوجھنے والا سیرۃ نگار باوجود
نقاد سخن ہونے کے محض بطل پرستی کے باعث یہ خیال کرنے لگتا کہ نہ معلوم
کیا کیا اسرار اس بظاہر مہمل پوچ مین پوشیدہ ہین۔ اور آنے والی نسلین
ممکن ہے۔ کہ اس سے بھی زیادہ روشن ضمیر ہون اور ان اسرار سے واقف

ہو کر دنیا کو نئے نئے معلومات اور عجیب عجیب انکشافات سے مالا مال کر دیں
اس لیے بہتر ہے کہ انھیں داخل دفتر کر دو۔ اور اسی طرح ہمیشہ کے لیے
میری پوچ گوئی باقی رہتی اور قیامت کے دن استاد داغ میرا دامن پکڑتے
کہ خود بھی بدنام ہوئے اور ہمیں بھی بدنام کیا۔ خیر اب سنیے کہ گیارہ برس
کی عمر میں میں علیگڑھ ہو گیا۔ ایک بڑے بھائی نے میری موزوں گوئی کا ذکر
مولانا شبلی مرحوم سے کیا۔ دوسرے نے میرے حافظہ کی تعریف کی کہ
وہ المامون سر پر رکھا تھا۔ اٹھا کر پڑھنے لگا۔ اور ایک دن میں نے انھیں
کے نقل پر کچھ مرثیہ ہے۔ اس کا ایک شعر عربی کا پڑھا۔ تو اس کا مجھے ترجمہ
سنا دیا۔ حالانکہ عربی سے بالکل ناواقف ہے۔ مولانا کو یقین نہ آیا اور امتحان
کی غرض سے ہم بلائے گئے۔ پہلے مامون کی اولاد کی فہرست مانگی۔ پھر اس کا
حلیہ پوچھا۔ جب اس میں پاس ہو گئے تو ایک مصرعہ طرح اسی وقت دیا۔
اور کہا کہ شعر لکھو۔ چنانچہ ترنم کچھ پوچ اسی وقت تیار ہو گئی۔ میرا خیال ہے
کہ مولانا مرحوم پر تو چونکہ پڑھ گیا تھا وہ اسی کچھ پوچ کا تھا۔ میں اسکول ہی
میں تھا۔ کہ ایک نظم انعامی میں نے بھی لکھی۔ اور مولانا حکم ٹھہرے۔ انعام
تو ایک گمنام شخص نے بڑے کو ملا۔ مگر ہمارے کچھ گوئی کا بھی خاصہ شہرہ ہوا۔ اکثر
ایسا ہوا کہ ذوالفقار بھائی نے کوئی نظم لکھ دی اور ہم نے اپنی طرف سے
پڑھ دی۔ مگر جب عمر ذرا زیادہ ہوئی تو انھوں نے فرصت نہ دی۔ کالج
میں البتہ آخری سال سجاد حیدر کی صحبت میں شعر و سخن کا چرچا رہا۔ پہلے بھی
جب ہم لوگ انٹرنس میں تھے تو ایک نظم تین شعر لئے [illegible] نے حاجی
اسمٰعیل خاں صاحب رئیس الدولہ دلی میں [illegible] والے ہی کی دعوت
کے شکریہ میں تیار کی تھی۔ ان میں سے ایک پڑھا گیا تھا۔ ایک سجاد حیدر صاحب

اور ایک سید وزیر حسن صاحب آنریبل و آزمودہ کار سکریٹری مسلم لیگ
کے برادر "اصغر" خیر ایک سال آخری کالج میں خوب گذر گیا۔ اور وہ
مشاعرہ جسے بعدہ حسرت نے رونق بخشی ہم لوگوں ہی کا ایجاد کردہ تھا۔
چودھویں کو ہوا کرتا تھا۔ اور شمع پیش نہ کی جاتی تھی، کرکٹ کا لان جائے
مشاعرہ تھا۔ ایک بار چودھویں کو بارش ہوگئی تو تین چار دن مطلع صاف
ہونے کی راہ دیکھ کر واننگ ہال میں کیا گیا۔ اس وقت میں نے اپنی
ایک غیر طرح میں اس شعر کا بھی اضافہ کر دیا ؎

فرشِ زمرد پہ نشستیں وہ چاندنی راتیں — لطفِ مشاعرہ تو گیا چودھویں کے ساتھ

علیگڈھ کالج میں شاعری تو کچھ کی مگر بہ فرضِ معشوق۔ اگرچہ طبیعت
عشق بھی تو آتش ہی تھی ایران کی شاعری کو اور "سبزہ خط" وغیرہ کو ایک حد
تک بامعنی کر دیتی ہے۔ کالج چھوڑا تو ولایت جانا ہوا یہاں البتہ شاہدان
اصلی کی کمی نہ تھی۔ مگر ذوقِ نظارہ جمال لاکھ سہی اور گرہ میں مال بھی سہی
تاہم طبیعت کا میلان خلافِ دستورِ عام زہد و ورع کی طرف تھا۔ دو برس
کے قریب تو ہندوستان کے کچے دھاگے نے باندھے رکھا۔ دو برس کسی
اور کے خیال نے۔ گو یہ آخری خیال بھی باعصمت تھا اور بعض حالات
گرد و پیش کا تقاضا اس کا محرک تھا۔ جب ان سب تجربوں کے بعد کچے
دھاگے گھر کو آئے تو تائی کی لڑکی بال بچوں کے خیال نے شاعری سے
مستغنی نہیں تو غافل ضرور کر دیا۔ گذشتہ چند سالوں میں اگرچہ شرعِ شعری
کا ہوا۔ تو وہی قومی مرثیہ گر زیادہ تر رہی۔ البتہ پچھلے دو تین برس میں عشق
حقیقی رنگ لایا ہے۔ اور تغزل کا زور ہے۔ میرا اپنا تنگ آگیا ہے کہ سوائے
چار پانچ غزلوں کے اس فرصت کے زمانے میں بھی کچھ نہ لکھ سکا۔ لکھنے کے لیے

نہ بیٹھتا ہون نہ کوشش کرتا ہون۔ مگر جب طبیعت پر خود ہی کسی بیرونی تحریک
کا غلبہ ہوتا ہے۔ تو بغایت مجبوری کہہ لیتا ہون۔ اور بھی ایک ذریعہ
(علاوہ تلاوت قرآن پاک کے) تسکین قلب کا رہ گیا ہے۔ چونکہ آپ کا اصرار
ہے کہ پوری غزلین لکھ بھیجون۔ اس لیے یہ لکھے بھیجتا ہون۔۔۔۔۔۔۔۔
کی معشوق سے زیادہ قابل قدر نہین۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
اب رخصت ہوتا ہون اور تضیع اوقات کی معافی کا خواستگار ہون۔
(غزلین درج ہین) یہ چند اشعار ہین۔ ممکن ہے کہ بقول آپ کے میری
”امت“ ان سے کچھ تسکین پائے۔ بہرحال خود مجھے ضرور کچھ نہ کچھ تسکین
ہو جاتی ہے۔ مگر ان کو لٹریچر سے کیا تعلق یہ صرف اپنی دست افشانی اور
پاکوبی کے لیے ہین“

عبدالماجد

دریاباد (بارہ بنکی)

رمضان المبارک سنہ ۱۳۴۲ھ

کلام ابتدائی

غزل تصنیف کردہ بزمانہ طالبعلمی در علیگڈھ کالج ۱۸۹۷ء

کیوں مے پرست دیکھ کے مدہوش ہو گئے
شیشہ میں مے بھری تھی کہ اللہ کا نور تھا

کس زور کی لڑائی تھی اللہ رے کشمکش
تھی رات یاس اور دل ناصبور تھا

کیوں تاب دید حضرت موسیٰ نہ لا سکے
کیا پہلوئے عدو کی طرح کوہ طور تھا

خوش قسمتی کے آگے جھکایا نہ سر کبھی
اس خانماں خراب کو کتنا غرور تھا

میں تیرا گھر سمجھ کے سر راہ گر پڑا
دیکھا جو آنکھ اٹھا کے تو دروازہ دور تھا

دیگر علیگڈھ کالج ۱۸۹۵ء

مجھے انکار وصل غیر پر کیونکر نہ شک گذرے
زباں کچھ اور بولے ہے چتون کچھ اور کہتی ہے

ذرا دم لے صبا پھر سیر گل دل کھول کر کرنا
ابھی یہ عندلیب کم سخن کچھ اور کہتی ہے

ارادہ تھا یہ تا اون کا ہلا دیں ربع مسکوں کو
مگر اے ہم نفس دل کی شکن کچھ اور کہتی ہے

یقین آنے کو تو آجائے تیرے عہد و پیمان کا
تری آنکھ اے بت وعدہ شکن کچھ اور کہتی ہے

قضا کس کو نہیں آتی ہے یوں تو سبھی مرتے ہیں
پر اس مرحوم کی بوئے کفن کچھ اور کہتی ہے

تری خاطر بھی ہے مد نظر پاس عدو بھی ہے
مگر میں کیا کروں دل کی جلن کچھ اور کہتی ہے

حرم میں گر تو دے اظہار ترکِ میکشی جوہر
مگر کمبخت کی بوئے دہن کچھ اور کہتی ہے

رائے بریلی اپریل ۱۸۹۸ء

غیر کا خوف ہے کہ دل ہے کسی دلدادی کا
کچھ تو ہے تم نے جو مٹھی میں چھپا رکھا ہے

پہ ستانے کی نکالی ہے انوکھی ترکیب
ظلم کا نام ستمگر نے حیا رکھا ہے

آپ آئے ہیں عیادت کو دمِ نزع عبث
جو ہر خستہ میں اب جیئے کو کیا رکھا ہے

غزل تصنیف کردہ در قیام رائے بریلی اپریل ۱۸۹۸ء
بعد امتحان بی اے

کیا دل نے نکل کر خود ہی استقبال پیکان کا
تواضع شرط ہے تیر ہی کا تھا مہمان کا

ارادہ ہے طوافِ کعبہ کا اُس آفتِ جان کا
خدا حافظ مسلمانوں تمھارے دین و ایمان کا

اسی کے منتظر ہیں ہم بھی جس کی تو ہے اے بلبل
بہار آنے پہ ہوگا فیصلہ دست و گریبان کا

نکالا پیرہن سے پر دل میں کھا وحشت وحشت نے
خدا کی شان ہے رتبہ ہو یہ خارِ مغیلان کا

نہیں معلوم آئی تھی حیا کمبخت کو کس سے
کہ حسرت نے مرے دامانِ دل میں آ کے منہ ڈھانکا

صدائے آفریں ہے تیری آنسو تھم گئے دل کے
مگر پوچھا نہ تو نے حال کچھ بھی چشمِ گریان کا

ابھی تک خیر ہے لیکن بہار آنے دے اے بلبل
بلا لائے گا تیرے سر پہ جوشِ گلستان کا

بچا کیا آ گئے ہو کے بچھے ہیں بالیں پہ عیادت کو
اجل کو فکر ہے مجھ سے زیادہ میرے درمان کا

جنون باقی ہے اب تک گو تری محفل میں بیٹھا ہے
کہ رہ رہ کر خیال آتا ہے مجھ کو بیابان کا

خوگرِ جور یہ تھوڑی سی جفا اور سہی
اس قدر ظلم پہ موقوف ہے کیا اور سہی

خوفِ غمازیٔ عدالت کا خطر دار کا ڈر
ہیں جہاں اتنے وہاں خوفِ خدا اور سہی

عہدِ اول کو بھی اچھا ہے جو پورا کر دو
تم وفادار ہو تھوڑی سی وفا اور سہی

جس نے ہنگامۂ عدالت کا تری دیکھا ہے
اس گنہگار کو اک روزِ جزا اور سہی

کشورِ کفر میں کعبہ کو بھی شامل کر لو
سیرِ ظلمات کو تھوڑی سی فضا اور سہی

بندگی میں تری سختی ہی ہیں لو کی لپٹیں
چند دن کے لیے دوزخ کی ہوا اور سہی

دین و دل جا ہی چکا جان بھی جاتی ہے تو جائے
ترکشِ کفر میں اک تیرِ قضا اور سہی

رتبۂ عزت کے لیے بھی کوئی رہنے دو خطاب
"تم خداوند ہی کہلاؤ" خدا اور سہی

حکمِ حاکم نہ سہی مرگِ مفاجات سے کم
مالک الملک پہ ایمان کی سزا اور سہی

ہم وفاکیشوں کا ایمان بھی ہے پروانہ صفت
شمعِ محفل جو وہ کافر رہا اور سہی

دورِ حیات آئے گا قاتل قضا کے بعد
ہے ابتدا ہماری تری انتہا کے بعد

جینا وہ کیا کہ دل میں نہ ہو تیری آرزو
باقی ہے موت ہی دلِ بے مدعا کے بعد

تجھ سے مقابلہ کی کسے تاب ہے ولے
میرا لہو بھی خوب ہے تیری حنا کے بعد

اک شہرِ آرزو پہ بھی ہونا پڑا خجل
ہل من مزید کہتی ہے رحمت دعا کے بعد

لذت ہنوز مائدۂ عشق میں نہیں
آتا ہے لطفِ جرمِ تمنا سزا کے بعد

قتلِ حسین اصل میں مرگِ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

خیر ان پہ لطف ہم سے الگ حیف ہے اگر
یہ بے حجابیاں بھی ہوں عذرِ حیا کے بعد

ممکن ہے نالہ جبر سے رک بھی سکے مگر
ہم پر تو ہے وفا کا تقاضا جفا کے بعد

ہے کس کے بل پہ حضرتِ جوہر یہ روکشی۔
ڈھونڈیں گے آپ کس کا سہارا خدا کے بعد

چند روزہ جشن ہے یہ جنتِ شداد کا
اس طرح ہرگز نہ ہوگا فیصلہ بیداد کا

شوقِ ماتم کے لیے تیار رکھ گوشِ مراد
ہے شرارِ خس یہ ہنگامہ مبارکباد کا

پہلے بھی اکثر وہ نکلا مستحق شکرِ حق
جس کو ہم سمجھے تھے موقع شکوہ و فریاد کا

نورِ حق وہ شمعِ انور ہے جو بجھ سکتی نہیں
ہے خدا حافظ چراغِ رہگذارِ باد کا

عزمِ عاشق ہے خود اپنی کامیابی کی دلیل
نام بھی لینا نہ ہرگز کوششِ برباد کا

ہم تو سمجھے تھے کہ ہونگے اور بھی ظلم و ستم
حوصلہ کچھ بھی نہ نکلا آپ کی بیداد کا

اس پہ کیا موقوف ہے کر اور بھی ظلم و ستم
کچھ بھی باقی ہو جو ظالم حوصلہ بیداد کا

کر دیا قیدِ قفس نے ہمکو آزادِ چمن
پاس کافی ہو چکا اب خاطرِ صیاد کا

حکم سے اگلے ترے پہلے بھی اٹھ سکتا تھا
بارِ احسان اور سر پہ ہو گیا جلاد کا

دعوتِ مژگان کی بھی حجت نہ باقی ہو سکی
ایسے دیوانے کے گھر کیا کام ہے فصاد کا

گیارھویں کو فاتحہ دلوا دیا کرتے ہیں ہم
ہے اثر اتنا ہی یادِ حضرتِ بغداد کا

آج کیا ہے ایک [illegible] سے شہرت [illegible]
[illegible] حسرت کے ہوگا نام فیض آباد کا

ہو گئے جوہر یہ کیسے بندۂ دامِ فریب
شور سنتے تھے بہت ہم حسرت و آزاد کا

ہے رشک کیوں یہ ہمکو سر دار دیکھکر
پیتے ہیں بادہ ظرف قدح خوار دیکھکر

خوکردۂ ازل سے تجلی طور کے
جھپکے گی آنکھ کیا تری تلوار دیکھکر

آسان پسندیوں سے ہیں بیزار اہل عشق
چھانٹا یہ مرحلہ بھی ہے دشوار دیکھکر

ملہ بن جائے گا یہ رشتۂ تسبیح ایک دن
دھوکا نہ کھائیو کہیں زنار دیکھکر

اس شان امتیاز کو دیکھو کہ اہل کفر
مومن سمجھ رہے ہیں ہمیں خوار دیکھکر

جنس گران تو تھی نہیں کوئی مگر جان
لائے ہیں ہم بھی رونق بازار دیکھکر

تیر نگہ نے کر دیا دونوں کا فیصلہ
باہم دل و جگر میں یہ تکرار دیکھکر

کیا کہ سجدہ گاہ ہے ہر سنگ آستان
گھسنا جبین کو خانۂ خمار دیکھکر

کچھ بھی تو ضبط گریۂ شبنم سے ہو سکا
بلبل کو فصل گل میں گرفتار دیکھکر

ہم خاصگان اہل نظر اور یہ قتل عام
جور و ستم بھی کر تو ستمگار دیکھکر

ہر سینہ آن سے ترے پیکان کا منتظر
ہوا انتخاب اسے نگہ یار دیکھکر

یاد وطن نہ آئے ہمیں کیوں وطن سے دور
جاتی نہیں ہے لے کے چمن کیا چمن سے دور

مستی الست کہاں اور یہ ہوش کہاں
طرز وفا کے غیر ہے اپنے چلن سے دور

گر بوئے گل نہیں نہ سہی یاد گل تو ہے
صیاد لاکھ رکھے قفس کو چمن سے دور

کچھ بھی وہاں نہ خنجر قاتل کا بس چلا
روح شہید تھی ہے لعش و کفن سے دور

تقوی کے بعد خوف کہاں حزن پھر کہاں
عالم ہی اک جدا ہے وہ رنج و محن سے دور

واعظ کا ارتداد نہ میرا ہے ترک کفر
کچھ بھی نہیں ہے ساقی توبہ شکن سے دور

یا داش جرم عشق سے کب تک مفر بھلا
تا کہ تم رہا کیے دار و رسن سے دور

ہے بعد کربلا سے بھی قرب یزید بھی
اور چاہتے ہیں یہ کہ نہ ہوں پنجتن سے دور

ملہ ہم رنگی اہل وطن کا نشان ہے یہ۔

یہ نورِ خدا کا ہے بجھائے نہ بجھے گا
کچھ دم ہے اگر تجھ میں تو آ تو بھی بجھا دیکھ

سمجھا بھی ہے کچھ تو کہ یہ ہے کس سے تمرّد
اللہ کو مان اپنی حقیقت کو ذرا دیکھ

ہوں لاکھ نظر بند، دعا بند نہیں ہے
اللہ کے بندوں کو نہ اس درجہ ستا دیکھ

ہو جوشِ طلب لاکھ مگر کچھ نہیں ملتا
ہو صدقِ طلب، پھر اثرِ آہِ رسا دیکھ

خوشی تیری دو روزہ، مرا ایمان ہے ازل کا
پابندِ جفا تو ہے تو میری بھی وفا دیکھ

عقبیٰ تو کہاں جان نہیں دنیا کا بھی کچھ ٹھیک
اُس کافرِ بے فیض سے دل تو بھی لگا دیکھ

سونے کا نہیں وقت یہ ہشیار ہو غافل
رنگِ فلکِ پیر زمانہ کی ہوا دیکھ

تشنہ لب ہوں مدتوں سے دیکھیے
کب درِ میخانہ کوثر کھلے

طاقتِ پرواز ہی جب کھو چکے
پھر ہوا کیا گر ہوئے بھی پر کھلے

چاک کر سینہ کو پہلو چیر ڈال
یوں ہی کچھ حالِ دلِ مضطر کھلے

رات تلچھٹ تک نہ چھوڑی تب کہیں
راز ہائے بادہ و ساغر کھلے

لو وہ آ پہونچا جنوں کا قافلہ
پاؤں زخمی، خاک منہ پر، سر کھلے

ہوں جو کثرت ہی کے قائل اُن پہ کیا
رازِ فتحِ سبطِ پیغمبر کھلے

رونمائی کے لیے لایا ہوں جان
اب تو شاید چہرۂ انور کھلے

اب تو کشتی کے موافق ہے ہوا
ناخدا کیا دیر ہے لنگر کھلے

یہ نظر بندی تو نکلی ردِّ سحر
دیدہ ہائے ہوش اب جا کر کھلے

اب کہیں ٹوٹا ہے باطل کا طلسم
حق کے عقدے اب کہیں ہم پر کھلے

اب ہوا ہے ماسوا کا پردہ فاش
معرفت کے اب کہیں دفتر کھلے

فیض سے تیرے ہی اے قیدِ فرنگ
بال و پر نکلے قفس کے در کھلے

جیتے جی تو کچھ نہ دکھلایا مگر
مر کے جوہرؔ آپ کے جوہر کھلے

خاک جینا ہے اگر موت سے ڈرنا ہے یہی
ہوس زیست ہو اس درجہ تو مرنا ہے یہی

قلزم عشق میں ہیں نفع و سلامت دونوں
اسمیں ڈوبے بھی تو کیا پار اترنا ہے یہی

قید گیسو سے بھلا کون رہے گا آزاد
تیری زلفوں کا جو شانوں پہ بکھرنا ہے یہی

اے اجل تجھ سے بھی کیا خاک رہے گی امید
وعدہ کر کے جو ترا روز مکرنا ہے یہی

اور کس وضع کی جویاں ہیں عروسان بہشت
ہیں کفن سرخ شہیدوں کا سنورنا ہے یہی

حد ہے پستی کی کہ پستی کو بلندی جانا
اب بھی احساس ہو اسکا تو ابھرنا ہے یہی

تجھسے کیا صبح تلک ساتھ نبھے گا اے عمر
شب فرقت کی جو گھڑیوں کا گذرنا ہے یہی

ہو نہ مایوس کہ ہے فتح کی تقریب شکست
قلب مومن کا مری جان نکھرنا ہے یہی

نقد جاں نذر کرو سوچتے کیا ہو جوہرؔ
کام کرنے کا یہی ہے تمھیں کرنا ہے یہی

تم یوں ہی سمجھنا کہ فنا میرے لیے ہے
پر غیب سے سامان بقا میرے لیے ہے

پیغام ملا تھا جو حسین ابن علی کو
خوش ہوں وہی پیغام قضا میرے لیے ہے

یہ حور بہشتی کی طرف سے ہے بلاوا
لبیک! کہ مقتل کا صلا میرے لیے ہے

کیوں جان نہ دوں غم میں ترے جبکہ ابھی سے
ماتم یہ زمانے میں بپا میرے لیے ہے

میں کھو کے تری راہ میں سب دولت دنیا
سمجھا کہ کچھ اس سے بھی سوا میرے لیے ہے

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لیے ہے

سرخی میں نہیں دست حنا بستہ بھی کچھ کم
پر شوخی خون شہدا میرے لیے ہے

پہلے رہا ورد دل مونس جان مدتوں تک — درد جگر اب کی بار دیکھیے کب تک رہے
زور کا پہلے ہی دن نشہ ہرن ہوگیا — زہر کا باقی خمار دیکھیے کب تک رہے

ماتم شبیر سے آمد مہدی تلک
قوم ابھی سوگوار دیکھیے کب تک رہے

یہ جور نرالا یہ جفا اور ہی کچھ ہے — یہ ظلم نہیں نام خدا اور ہی کچھ ہے
ہوں لائق تعزیر یہ الزام ہے جھوٹا — مجرم تو ہوں بیشک پہ خطا اور ہی کچھ ہے
ہو مکر و دغا لاکھ شعار اہل ہوس کا — پر شیوہ اخوان صفا اور ہی کچھ ہے
سرکش نہیں باغی نہیں غدار نہیں ہم — پر ہم پہ تقاضائے وفا اور ہی کچھ ہے
ہم عشق میں ورزش کے بھی منکر نہیں لیکن — ایماے شہ کرب و بلا اور ہی کچھ ہے
خود خضر کو شبیر کی اس تشنہ لبی سے — معلوم ہوا آب بقا اور ہی کچھ ہے
ہوتے ہی ہیں بے مہری احباب کے شکوے — پر قاعدہ صبر و رضا اور ہی کچھ ہے
آخر میں کچھ حرج نہیں یہ تو بتا دو — ہے مدنظر وصل کہ یا اور ہی کچھ ہے
اغیار کو ہو لذت آغاز مبارک — انجام محبت میں مزا اور ہی کچھ ہے
گرنا نہ کبھی ان پہ گمان اہل ہوس کا — عشاق کی نیت بخدا اور ہی کچھ ہے
نے سائل دولت ہیں نہ عزت کے طلبگار — اس در کے فقیروں کی صدا اور ہی کچھ ہے
اس شان تمرد سے نہ کھانا کہیں دھوکا — اشک کے مجرم کی سزا اور ہی کچھ ہے
یوں قید سے چھٹنے کی خوشی کس کو نہ ہوگی — پر تیرے اسیروں کی دعا اور ہی کچھ ہے

یہ صدر نشینی ہو مبارک تجھے جوہر
لیکن صلۂ روز جزا اور ہی کچھ ہے

فصلِ گل کے متمنی تھے سبھی پر اے چرخ — کیا ضروری تھا کہ اک مرغ گرفتار بھی ہو
عشقِ مجنون کے لیے ناقۂ لیلیٰ کے سوا — شرط یہ بھی ہے کہ اک وادی پُرخار بھی ہو
دست وابستہ ہون سائل ہین یدِ الٰہی ہین — اسکی حاجت نہین پھر ہاتھ مین تلوار بھی ہو
تشنہ کامون سے ہے خود آج یہ ساقی کو گلہ — ہم تو دین پر کوئی اس مے کا طلبگار بھی ہو
یہ بھی کیا پیرویِ حق ہے کہ خاموش ہین سب — ہان اناالحق بھی ہو منصور بھی ہو دار بھی ہو

جان فروشی کے لیے ہم تو ہین تیار مگر
کوئی اس جنسِ گرامی کا خریدار بھی ہو

وداعِ رمضان

الوداع اے ماہِ رمضان الوداع — بہترین غمگساران الوداع
تجھ مین اُترا آخری پیغامِ حق — تو ہی تھا شایانِ قرآن الوداع
ان دنون تھا بحرِ رحمت جوش پہ — اے زمانِ عفوِ عصیان الوداع
الفراق اے ہمجلیسِ صائمین — مونسِ شب زندہ داران الوداع
آشکارا تجھ پہ تھا سب رازِ دل — پردہ دارِ دردِ پنہان الوداع
تجھ سے تھین وابستہ امیدین تمام — دافعِ صد یاس و حرمان الوداع
قیدِ تنہائی کی رونق تجھ سے تھی — اے شریکِ بزمِ زندان الوداع
غنچہ ہائے دل شگفتہ تجھ سے تھے — اے بہارِ باغِ ایمان الوداع
دور کر دی تو نے ظلمت قید کی — تجھ سے ہر شب تھا چراغان الوداع
ہوتے ہین اب رخصت افطار و سحر — میزبانِ نہہائے مہمان الوداع
سونپنا تھا تجھ کو زادِ آخرت — ہو سکا پر کچھ نہ سامان الوداع
کاروانِ خیر و برکت چل دیا — رہ گئے سب دل مین ارمان الوداع

شدت غم سے زبان گر بند ہے
تو ہی کہہ دے چشم گریان الوداع

اللہ نے بڑھائی ہے کیا شان کلکتہ — روح رسولؐ آج ہے مہمان کلکتہ
یثرب کی خاک پاک کے ہر ذرہ کے لیے — سو جان سے فدا ہیں غلامان کلکتہ
ہر سو ہیں لاشہائے شہیدان سرخ پوش — ہے آج کل بہار پہ ایمان کلکتہ
تھا چونکہ خار راہ سے بچوف اسلیے — پھولوں سے بھر دیا گیا دامان کلکتہ
ہے شور آسمان و زمین پر ہٹو بچو — ہیں عازمان خلد شہیدان کلکتہ
اب تک نقوش تازہ ہیں قالوا بلیٰ کی یاد — البتہ استوار ہے پیمان کلکتہ
ہو زور کفر و شرک سے مرعوب کس لیے — اللہ خود ہے جب کہ نگہبان کلکتہ
پہلے سے سر جھکے آج ہے پہ پائے تخت ہند — کل ملک کی سر آنکھوں پہ فرمان کلکتہ
ہے امتحان منافق و مومن کا دوستو — میزان حشر بن گئی میزان کلکتہ
سب جلد تر شریک صلوٰۃ و فلاح ہوں — سن لی ہے اب ہر ایک نے اذان کلکتہ
احسان کی جزا نہیں احسان کے سوا — اترے گا سر کے ساتھ ہی احسان کلکتہ
ہم سنت خلیل کے پابند ہوں تو کیوں — پیدا کیے نہ آگ ہی میں گلستان کلکتہ
تقلید اہلبیت کریں ہم تو کیا عجب — میدان کربلا ہے میدان کلکتہ
مسرور خلد میں ہیں شہیدان کانپور — ہوں گے شریک بزم شہیدان کلکتہ
شبلی سا شخص نوحہ گر کانپور تھا — لاریب آج تھا وہی شایان کلکتہ
دنیا سے اٹھ گیا مگر اب امتیاز شعر — جوہر سا شخص اور ہو نوحہ خوان کلکتہ
لیکن ہے اک خفیف سی نسبت کچھ امید — ہیں ہم بھی کبھی تھا اک سلطان کلکتہ
آغاز کلکتہ تو میسر ہوا ضرور — یارب نصیب ہو کہیں پایان کلکتہ

(دہلی ۳۰ مارچ ۱۹۱۹ء)

استعانت بالصبر

سطوتِ حق ہے اگر وردِ زبانِ دہلی
مٹ سکے گا نہ کبھی نام و نشانِ دہلی

لب پہ آئے نہ کبھی شکوۂ جورِ اغیار
ہو زمانے سے الگ طرزِ فغانِ دہلی

للہ الحمد کشادہ ہے رہِ صبر و صلوٰۃ
ہو گئے بیخوف بصحنِ ایوانِ دہلی

سر فروشی کے لیے پیر و جوان ہیں تیار
آج رونق پہ ہے کس درجہ دکانِ دہلی

سنگریزوں سے زیادہ نہیں گولی چھرے
یوں رکے گا نہ کبھی سیلِ روانِ دہلی

حق کے آتے ہی ہوا کشتۂ باطل زہوقا
چند دن اور ہیں دہلی میں بتانِ دہلی

ہائے غلام حسینؓ

ابھی مرنا نہ تھا غلام حسینؓ
کوئی دن اور بھی جیے ہوتے

کچھ تو انعام حق پرستی کے
ہم غریبوں سے بھی لیے ہوتے

اے مرے رند بادۂ حق کے
ابھی دو چار خم پیے ہوتے

تم تو دل بھی فگار کر کے چلے
زخمہائے جگر سیے ہوتے

یوں نہ دامن چھڑا کے چل دیتے
تم گر اس بزم کے لیے ہوتے

تم کو ایسا ہی تھا اگر جانا
چند نعم البدل دیے ہوتے

تھی شہادت کی کس قدر جلدی
کام کچھ اور بھی کیے ہوتے

خوب کاٹا بہشت کا رستہ
ساتھ ہم کو بھی گر لیے ہوتے

تم ہی زندہ ہو لغو ہے یہ خیال
چند دن اور بھی جیے ہوتے

آج جو شعر ہیں دل کے قاش فروش
کاش کچھ اور قافیے ہوتے

متفرقات

مستحقِ دار کو حکمِ نظربندی ملا — کیا کہوں کیسی رہائی ہوتے ہوتے رہ گئی
تم تو کعبہ کے خدا تھے پھر نکالے کیوں گئے — ارے بتو کیسی خدائی ہوتے ہوتے رہ گئی

ایک ہی در کا بھکاری ہوں مجھے — اک فقط تیرا سہارا چاہیے
دشمنوں سے گر تلطف ہے تو کچھ — دوستوں سے بھی مدارا چاہیے
ہے تقاضائے جنونِ پردہ در — خاک اڑانا آشکارا چاہیے
ہے ولے فرمودۂ غالب کا پاس — ضبط کا کچھ اور یارا چاہیے

چاک مت کر جیب بے ایامِ گل
کچھ ادھر کا بھی اشارا چاہیے

کلام جدید

الٰہی شکر ترا پھر مہِ صیام آیا — مہِ صیام نہیں عید کا پیام آیا
ہزار ماہ سے بہتر ہے ایک رات اسکی — اسی مہینہ میں اللہ کا کلام آیا
گھڑی وہ کیسی مبارک تھی کل جہاں کیلیے — حرا میں عرش سے اقراء کا جب پیام آیا
جب اپنی پوری جوانی پہ آگئی دنیا — تو زندگی کے لیے آخری نظام آیا
میں اس پہ بھیجوں درود و سلام کس منہ سے — کہ جس کے نام خود اللہ کا سلام آیا
ہے زندگی تو اسی کی جو مٹا دین پر — وہی ہے کام کا اسلام کے جو کام آیا
ہو نفخ صور تماشے لیے صدائے رحیل — ہو جان لب پہ بھی تو کہہ دے ابھی غلام آیا

نبی سے ملتے ہی اسلام کی سپر تھا وہی
جو بن کے کفر کی شمشیر بے نیام آیا۔

لاکھ حربے ہی ہر صنع کے شیطان کے پاس
ڈھال ایمان کی موجود ہو انسان کے پاس

ملک سمجھو اسے پامال بجا ہے اک دین
ابتو بس اک یہی دولت ہے مسلمان کے پاس

لگتے ہی تیر بھار اگئی یوں جان نکل
بیٹھ کر جاتی گھڑی دو گھڑی بہان کے پاس

آدمیت ہے تو بنیاد ہے ہر خوبی کی
ہو نہ یہ بھی دھرا کیا ہے پھر انسان کے پاس

صحبت یار ہے اے دل تجھے گھر بیٹھے نصیب
پھر ترا کام ہے کیا حاجب و دربان کے پاس

خواہشیں نفس کی کرتے تو ہو پوری لیکن
اس سے بہتر نہیں آلہ کوئی شیطان کے پاس

ہم نے دل بھر کے کچھ اس طرح نکالے ارمان
کہ بھٹکتا نہیں دل جاکے اب ارمان کے پاس

مت سمجھنا انھیں کم مایۂ غنی بہنا یہ لوگ
کنز مخفی ہے ہر اک صاحب ایمان کے پاس

جبہ سائی کی بھی کچھ ہو گی تمھیں کو امید
گالیاں کھاتے ہو جا جا کے جو دربان کے پاس

کیا خوش تھے ہو فصل خزاں میں بہار کو
اب وہ چمن کہاں ہے وہ رنگ چمن کہاں

زمین سے چھٹ گئے جبریل بھی قیامت تک — کہ وحی بند ہوئی سید الانام کے بعد

تمہین کرو سر تسلیم پہلے خم بہر قتل
کہ سر جھکاتے ہین سب مقتدی امام کے بعد

سوزِ درون سے جل بجھو لیکن دھوان نہ ہو — ہے دردِ دل کی شرط کہ لب پر فغان نہو

پھر ہو رہا ہے شورِ صلائے نبردِ عشق — ہان اے دہانِ زخم جواب الامان نہو

بازارِ جان فروش مین سودا نہو یہ کیا — گاہک ملے تو جنس تو یہ بھی گران نہو

اس دردِ لا علاج کی کیونکر دوا کرون — وہ حال دلنشین بھی تو مجھ سے بیان نہو

کیا فائدہ گر اُس نے چھپایا بھی زخمِ دل — یہ کام جب بنے کہ مژہ خونچکان نہو

کیا کیجیے جُن کے مائدۂ دل کو لخت لخت — تیرا ہی تیر سینے مین جب میہمان نہو

خوفِ رقیب کا تو یہ عالم اور اُس پہ عشق — سب چاہتے ہین چاہ کا اُن پر گمان نہو

ہے وصلِ یار کی بھی تمنا کا حوصلہ — ڈر یہ بھی ہے کہ طبعِ عدو پر گران نہو

پہلو سے دل کو لیکے وہ کہتے ہین ناز سے — کیا آئین گھر مین آپ ہی جب میزبان نہو

سنتے ہی جس کو خلق مین کہرام مچ گیا
جو قصہ وہ تیرا ہی تو کہین داستان نہو

بے خوف غیر دل کی اگر ترجمان نہو — بہتر ہے اس سے یہ کہ سرے سے زبان نہو

ہون بے ہراس یہ مجھے رکھین کسی جگہ — ڈر ہو وہان کہ تیری حکومت جہان نہ ہو

اک تو جو مہربان ہو تو ہر اک ہو مہربان — اور یون نہو بلا سے کوئی مہربان نہو

ہمکو تو ایک تجھ سے دو عالم مین ہے غرض — سب بدگمان ہوا کرین تو بدگمان نہو

دیر و حرم مین ڈھونڈ ھکے سب تھک گئے اُسے — اب کہہ سکیے کہ کہان ہو کہان نہو

کرنا ہی تھا حرام تو پھر وعدہ کس لیے — یہ کیا کہ مے حلال وہان ہو یہان نہو
ہمت نہ ہار دے کوئی منزل کے سامنے — پروردگاریون بھی کوئی ناتوان نہو
ملنے تو پھر چلے ہو مشیخت پناہ سے — قشقہ کا دیکھو آج جبین پر نشان نہو

جو ہر اس ایک دل کے لیے اتنے مشغلے
کی ہے خدا کی چاہ تو عشق بتان نہو

اُس کو کیا خوف رہِ ظلمات ہے — جس کی رہبر خود خدا کی ذات ہے
نذر جان مین پل کے طیبہ اپنے پاس — اُن کے لائق اک یہی سوغات ہے
قید تنہائی کا لذّت آشنا — کیسے کہدون تارک لذات ہے
دل سے ہوتی رہتی ہین سرگوشیان — اب یہی اک مشغلہ دن رات ہے
کیا نہوگی میری ہی حاجت روا — جس کا مولی قاضی الحاجات ہے
تیرے بندے اُن پہ بھاری ہون تو پھر — تیرا کیا کہنا تری کیا بات ہے
تیری رحمت پر ہو جس کا آسرا — اُن کو کیا حزن و غم مافات ہے
قید تنہائی مین بھی چھوڑا نہ ساتھ — نفس موذی بھی بڑا بدذات ہے
پرورش زینہ پرستش کا سہی — ق — پھر تو خودعرضی ہی خودلات ہے
مکرِ خیر الماکرین سے ہے عبث — اپنی چال اور آپ ہی کو مات ہے
نبھ تو جائے تو یہ گرمی مین مگر — سوچتا ہون سامنے برسات ہے
اب خدا چاہے ہوئی جاتی ہے خیر — ایسی بھی کیا صورت حالات ہے
لیچلے ہین اُس کی رحمت کا یقین — اپنی تو صاحب یہی اوقات ہے

شمع ایمان کو خدا روشن رکھے
قبر مین حسرت کی پہلی رات ہے

بن بن کے روز وصل کے نقشے بگڑ گئے
آباد پھر بھی ہیں انھیں ویرانیوں میں ہم

ہم زندہ دل ہیں زندۂ جاوید یا کہ خضر
بچوں سے اب بھی کم نہیں شیطانیوں میں ہم

جو پوچھا نہ کیوں یہ رسم کہن زندہ کر چلیں
دار و رسن کے گرچہ نہوں بانیوں میں ہم

ہیں یہ انداز آزمانے کے
اور ہی ڈھنگ ہیں ستانے کے

کربلا ہے بہانہ کوثر
جائیے صدقے اس بہانے کے

گھر چھٹا یوں کہ چھوڑنے والے
سمجھے نہ ہم اس کے آستانے کے

ایک اک کر کے سب کے سب تنکے
کیسے برباد آشیانے کے

کچھ دنوں گھومنا مقدر رہتا
ساتھ ساتھ اپنے آب و دانے کے

دیکھیے اب یہ گردش تقدیر
کہیں آنے کے ہیں نہ جانے کے

پوچھتے کیا ہو لو دو باش کا حال؟
ہم ہیں باشندے جیلخانے کے

قید ہیں اور اتنی بے باکی!
سب پہ چھینٹے ہیں ارکھانے کے

سن بھی لیتا ہے حال دل مہ شوخ
آتے ہیں ڈھب گرستانے کے

جان کر قصۂ مجرد نے اوراق
منتشر ہیں مرے فسانے کے

دے کسی اور کو یہ دم قاصد
میرے گھر وہ کبھی نہ آنے کے

تیری گردش کہاں گئی اے چرخ
ہم ہیں محروم اک زمانے کے

خون عاشق سے سخت ہیں بیزار
ملک الموت اس زمانے کے

زنگ آلود ہو گئے سارے
تیغ جو آلات خون بہانے کے

کھلتے جاتے ہیں راستے لیکن
روز دو چار جان جانے کے

چھپے سکے کوئی ستم ایجاد
طرز عشاق کے ستانے کے

یہ بگڑنا ہے سب بناوٹ کا — منتظر ہیں فقط منانے کے

چلیے جو ہم کو چھوڑیے ناصح
منہ لگے آپ کس دوانے کے

عالم میں آج دھوم ہے فتح مبین کی — سن لی خدا نے قیدی گوشہ نشین کی
شیطان جلد باز کا جادو نہ چل سکا — تفسیر آج ہو گئی کید[۵] متین کی
ایمان کافی ہو جو اگر غیب پر تو پھر — کیوں آئے ہر امید سے حق الیقین کی
تیرے کرم نے اور بھی گستاخ کر دیا — اک عرض اور ہے ابھی اس کمترین کی
اک گھر ترا یہاں بھی تو ہے اسکے بابین — کب لا مکان سے ہو گی مشیت مکین کی
ہم کو بھلا عزیز نہ ہو کیوں وہاں کی خاک — سر جا ملی ہو عرش سے جس سرزمین کی
اس آستان پاک پہ گھسنا ہے چل کے سر — سجدوں سے اور بڑھتی ہے رفعت جبین کی
تینوں حرم میں ہے وہی لا شریک لہ — ترکیب ہے درست یہی ایک تین کی
بہر خدا یہود و نصاریٰ کو دو نکال — یہ ہے وصیت اسکے رسول امین کی
وہ انبیا کا مولد و مدفن سپرد ہے — ختم رسل اور اسکے ہر اک جانشین کی

چودہ برس رسول کا قبلہ رہا تھا جو
قیمت ہے اپنا خون اسی کی زمین کی

پیام مخلص اور دعاء اسیر برائے آمنہ سلمہا

میں ہوں مجبور پر اللہ تو مجبور نہیں — تجھ سے میں دور سہی وہ تو مگر دور نہیں
اسکی رحمت سے جو مایوس ہو وہ کافر ہے — ہم توکل سے کسی وقت بھی معذور نہیں
امتحان سخت سہی پر دل مومن ہے وہ کیا — جو ہر اک حال میں امید سے معمور نہیں

۵ یہ خدا کا قول ہے جس کے معنی ہیں کہ میرا داؤ زبردست ہے ۱۲

صبر بھی شیوۂ مسلم ہے مگر، شکرِ خدا
نورِ اسلام سے دل آج بھی بے نور نہین

ہے دوا اور دعا فرض وہلے حکمِ خدا
ٹل سکے یہ کسی بندہ کا بھی مقدور نہین

ہمکو تقدیرِ الٰہی سے نہ شکوہ نہ گلا،
اہلِ تسلیم و رضا کا تو یہ دستور نہین

تیری صحت ہمین مطلوب ہے، لیکن اُس کو
نہین منظور تو پھر ہمکو بھی منظور نہین

اب دعا لب پہ بھی جاری ہو اگر چہ اُس سے
یون بھی حالِ دلِ مضطر کبھی مستور نہین

تو تو مُردون مین جلا سکتا ہے قرآن مین کیا
تخرج الحیّ من المیّت مذکور نہین

تیری قدرت سے خدایا تری رحمت نہین کم
آئینہ بھی جو شفا پائے تو کچھ دور نہین

باپ کے دلکو تو یوسف کی طرح ہے وہ عزیز
یہ بھی حسن مین گر خلق مین مشہور نہین

یان بھی ہے یوسف و یعقوب مین زندان حائل
مین ہون محصور اگر آپ بھی محصور نہین

تھک گئین ڈھونڈھ کے اُس نورِ نظر کو آنکھین
گرچہ مایوس ابھی تک دلِ رنجور نہین

مرہمِ زخمِ جگر آج بھی ہے صبرِ جمیل
حزنِ فرقت سے مگر آنکھ مین اب نور نہین

میری اولاد کو بھی مجھ سے ملا دے یارب!
تو ہی کہدے تری رحمت کا یہ دستور نہین

شانِ رحمت مجھے دکھلا کہ ہو تسکین کا نزول
دل جو قصر ہے یہ یارب جبلِ طور نہین

دیوان جان صاحب قیمت